حجرِ اسود........تاریخ ومقام!

مفتی محمد انعام الحق قاسمی

ایک سوال ذہن میں اکثر اُٹھتا رہتا ہے کہ آخر کیا وجہ تھی کہ ''حجر اسود'' پہلے یمن میں لوگوں کی تحویل میں تھا، تو کیوں تھا؟ اور کس طرح ان تک پہنچا اور کہاں سے آیا؟ اور اس پتھر کو کس ذریعہ سے یمن پہنچایا تھا؟ اس کے بعد کن وجوہات کی بنا پر یہ پتھر یمن سے مکہ پہنچا اور کیا ذریعہ تھا؟ پھر مکہ معظّمہ میں کس وجہ سے اس پتھر کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی؟

واضح رہے کہ حجر اسود کے اندر ایسی زبردست قدرتی مقناطیسی کشش موجود ہے کہ ہر ملک وقوم اور رنگ ونسل کے لوگ کھنچے چلے آتے ہیں، یہ پُرشکوہ پتھر جنت کے یاقوتوں میں سے ایک ہے جسے سیدنا آدم علیہ السلام اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے اور تعمیر بیت اللہ کے وقت ایک گوشہ میں نصب فرمایا تھا۔

طوفانِ نوح میں آدم علیہ السلام کا تعمیر کردہ بیت اللہ آسمانوں پر اُٹھائے جاتے وقت اس متبرک پتھر کو شکم جبل ابی قبیس میں امانت رکھ دیا گیا تھا، پھر تعمیر ابراہیمی کے وقت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی خدمتِ عالیہ میں پیش کر دیا تھا، اس طرح اُسے پھر اسی جگہ کی زینت بنا دیا گیا جہاں پہلے رونق افروز تھا۔ (تفسیر قرطبی)

اس کے فضائل اور اوصاف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات حدیث اور تاریخ کی کتابوں کی زینت بنے ہوئے ہیں، لیکن جنت کا یہ انمول موتی، عالی مرتبت، مقدس ومتبرک یاقوت' گردشِ ایام کی ستم رانیوں سے محفوظ نہ رہ سکا، متعدد بار اُسے فساق وفجار ظالموں کے ہاتھوں تختۂ مشق بننا پڑا، بارہا حوادثات کا شکار ہوا اور اس کے نازنین بدن پر کتنی ہی مرتبہ زخم آئے۔

۳۱۷ھ میں جب مکہ مکرمہ قرامطہ کے دستِ تصرف میں آیا، تو ابوطاہر سلیمان بن الحسن نے جو قرامطہ کا سردار تھا، حرم محترم میں خون کی ہولی کھیلی۔ ۸/ذوالحجہ ۳۱۷ھ کو اس قدر قتل عام کیا کہ حجاج کی لاشوں سے چاہِ زمزم بھر گیا، شہر اور مضافات کے تیس ہزار بے قصور افراد کو موت کی نیند سلا دیا، جن میں سترہ سو حاجی اور سات سو طواف کرنے والے بھی شہید ہوگئے، اس نے یہ سارا کھیل میزابِ رحمت یعنی کعبہ شریف کا پرنالہ

جو سونے کا تھا، اُکھاڑنے، مقام ابراہیم اور حجر اسود چوری کرنے کی نامشکور جسارت کے لیے کھیلا تھا۔

دو آدمی اس مذموم حرکت کے لیے کعبہ شریف پر چڑھے، مگر آن واحد میں سر کے بل زمین پر گر کر واصل جہنم ہوگئے، مقامِ ابراہیم تو اس کے دست تصرف سے مامون رہا، کیونکہ خدام حرم نے اُسے پہاڑ کی گھاٹی میں کہیں چھپا دیا تھا، مگر ۱۴/ذوالحجہ ۳۱۷ھ بروز اتوار عصر کے وقت جعفر بن حلاج نے ابوطاہر کے حکم سے حجر اسود کو کدال سے اُکھاڑ لیا، اس پر کئی ضربیں لگائیں جس سے کچھ ریزے ٹوٹ گئے اور اپنے ساتھ بحرین لے گئے اور اس کی جگہ خالی رہ گئی، تقریباً بائیس سال کا طویل زمانہ گزر جانے کے بعد بحرین کے شہر ''ہجر'' سے بروز بدھ ۱۰/ذوالحجہ ۳۳۹ھ کو یہ مبارک پتھر واپس ہوا، واپسی بھی معجز نما تھی، قرامطیوں سے بار بار واپسی کا مطالبہ جب زور پکڑ گیا تو انہوں نے یہ عذرِ لنگ پیش کیا کہ وہ پتھر تو دوسرے پتھروں میں مل جل گیا ہے، ان میں سے اسے الگ کرنا ہمارے بس کا روگ نہیں، اگر تمہارے پاس اس کی کوئی علامت ہے تو تلاش کرلو، چنانچہ علماء کرام سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ان سب پتھروں کو آگ میں ڈالا جائے، جو پتھر آگ میں پگھل یا پھٹ جائیں وہ حجر اسود نہیں، حجر اسود کو آگ متاثر نہیں کرسکتی، کیونکہ یہ جنت کا پتھر ہے۔ اس طرح اس مقدس پتھر کی برتری اور مقبولیت کا لوہا منوا کر اُسے واپس لوٹایا گیا اور پھر سے کعبہ شریف کی زینت بنا دیا گیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: ''یہ ظالم ابوطاہر چیچک کے عارضہ میں مبتلا ہوا، اس کا جسم پھٹ گیا اور نہایت ذلت کے ساتھ مرا۔'' (اعلام الاعلام، ص: ۱۶۵، مرقات، ج: ۵، ص: ۳۲۰)

علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ابوطاہر قرامتی بد بخت کو ابرہہ کی طرح بیت اللہ کی بجائے اپنے شہر ''ہجر'' میں حج کا اجتماع کرانے کا جنون دماغ میں پیدا ہوا، اس نے اس غرض سے ایک عالیشان محل بنوایا جس کا نام ''دار الہجرۃ'' رکھا، چنانچہ ۳۱۷ھ میں حج کے ایام میں ایک لشکرِ جرار لے کر مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوا، طواف کرنے والوں، نماز پڑھنے والوں اور احرام کی حالت میں حاجیوں پر دست ستم دراز کیا، حد یہ کہ حرم محترم کے اندر بھی بے دریغ قتل کیا، شہر کے علاوہ گرد ونواح میں قتل عام کا بازار گرم کیا، تیس ہزار بے گناہ انسانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کیے، اس قدر روح فرسا واقعہ کبھی رونما نہیں ہوا تھا، وہ ظالم کہتے تھے کہ تم مسلمان کہتے ہو: ''من دخله كان آمنا'' بتاؤ اب امن کہاں گیا؟۔''

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

''ابوطاہر نے کعبۃ اللہ کا دروازہ اکھاڑ پھینکا، غلاف کعبہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اپنے فوجیوں میں بانٹ دیا، حجر اسود کو اکھاڑ کے ساتھ لے گیا، اہل مکہ کے گھر بار اور مال ومتاع کو لوٹ لیا، اس نے روانگی کے وقت یہ اعلان کر دیا کہ آئندہ سے حج اس کے ہاں ہوا کرے گا۔''

خلافت مستکفی کے امراء نے بے حد کوشش کی کہ کسی طرح حجر اسود واپس آجائے، انہوں نے پچاس ہزار دینار سرخ کی پیش کش بھی کی، مگر قرامطی ٹس سے مس نہ ہوئے۔ وہ اس خیالِ فاسد پر قائم تھا کہ یہ ناپاک جسارت اپنے امام عبید اللہ المہدی والیٔ افریقہ کی خوشنودی کے لیے کر رہا ہے، لیکن جب منصور اسماعیل نے قیروان سے حجر اسود کی واپسی کا مطالبہ شدت سے کیا اور ادھر عبید اللہ المہدی نے بھی ابوطاہر کو سختی سے ڈانٹا کہ اگر حجر اسود واپس نہ کروگے تو پھر جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ، اس لیے مجبوراً ۳۳۹ھ میں واپس کرنا پڑا، جب کہ اس سے قبل خلافت مستکفی کی جانب سے پچاس ہزار دینار کے عوض بھی واپسی کا مطالبہ مسترد کردیا گیا تھا۔ (ابن خلدون، ج:۵،ص:۱۹۶)

واضح رہے کہ قرامطہ شیعہ اسماعیلیہ کا دوسرا لقب ہے، یعنی شیعہ اسماعیلیہ کو قرامطہ یا قرامطی کہا جاتا ہے، جیسا کہ ''ارشاد الساری'' میں ہے:

''**فی المواقف: القرامطة من ألقاب الإسماعيلية المعدودة من الرافضة۔**'' (ارشاد الساری،ص:۳۶)

ترجمہ:......''مواقف نامی کتاب میں ہے کہ قرامطہ شیعہ رافضی کے ایک گروہ اسماعیلیہ کے لقبوں میں سے ایک لقب ہے۔''

اور ''ہجر'' جیسا کہ بحرین میں ہے، اسی طرح یمن کے ایک شہر کا نام بھی ''ہجر'' ہے، اسی لیے بعضوں نے بحرین سے تعبیر کیا اور بعضوں نے یمن سے، لیکن دونوں شہر قریب قریب ہیں۔

حجر اسود کو بوسہ دینے کی اہمیت یہ ہے کہ حجر اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے، جس مسلمان کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا شرف نصیب نہیں ہوا، لیکن اس نے حجر اسود کا بوسہ لے لیا تو اب اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا اعزاز حاصل کرلیا۔'' (جامع صغیر، ج:۱،ص:۱۵۰)

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: حجر اسود کو قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھ سکے گا اور زبان ہوگی جس سے بول سکے گا اور یہ ان لوگوں کے حق میں گواہی دے گا جنہوں نے اس کو بوسہ دیا تھا۔ (ابن ماجہ ص:۲۱۷)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے پاس تشریف لائے تو اپنے مبارک ہونٹوں سے اس کا طویل بوسہ لیا اور زار وقطار رو رہے تھے، جب فارغ ہوکر دیکھا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی گریہ کناں پایا تو آپ اس طرح گویا ہوئے: ''عمرؓ! یہی جگہ ہے جہاں آنسوؤں کی ندیاں بہائی جاتی ہیں۔'' (ابن ماجہ،ص:۲۱۷)

اور مکہ معظمہ میں اس پتھر کی بڑی اہمیت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پتھر کو مکہ میں بیت اللہ کے ایک گوشہ پر نصب فرمایا تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے گوشہ پر ہی بوسہ دیا تھا، یہی وجہ ہے کہ بیت اللہ میں ہی اس کی اہمیت ہے۔